یہ رسالہ ماہوار ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شایع ہوتا ہے۔

جلد ۵ | نمبر ۷

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں

ایڈیٹر

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلبا سے (عہ) ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ اور غیر ممالک سے (عہ) دو روپے آٹھ آنہ

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء | فہرست مضامین | مطابق رجب المرجب سنہ ۱۳۲۸ھ

باہتمام حافظ عبدالرحیم صاحب مینجر مورخہ ۳۱ - جولائی سنہ ۱۹۱۰ء کو قادیان سے شایع ہوا۔

باہتمام حافظ مظفرالدین صاحب اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا۔

اصلی ممیرا اور ممیرا کا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیرا کا سرمہ کا اعلان عرصہ سے شایع ہو رہا ہے اس اثنا میں بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہے یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب مدظلہ کے مجوزہ نسخہ کیموافق طیار کیا گیا ہے اور اصلی ممیرا اسکو خود حضرت نے دیکھکر اصلی ممیرا ہونے کی تصدیق کی اس میں ڈالا گیا ہے حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے بعد مجھے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ چار لاکھ افراد کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانیکا حقدار ہے یہ اسکے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ دھندجالا پھولا اور پڑوال اور ڈھلکہ اور سرخی اور ابتدائی موتیابند وغیرہ امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول فیتولہ عمار دوم عہ سوم عد اصلی ممیرا قسم اول صہ قسم دوم سے ر

ست سلاجیت

مقوی جمیع اعضا نافع صرع مشہی طعام قاطع بلغم و ریاح دافع بواسیر و جذام و استسقا و زردی رنگ و تنگی نفس و شیخوخیت و فساد بلغم و قاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول و سیلان منی و یبوست و درد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہے بقدر دانہ نخود صبح کیوقت دودھ کیساتھ استعمال کریں قیمت فیتولہ ۸ ر

لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری اور بادامی سیاہ اور سفید ہاشمی ریشمی سوتی لٹھری صافے سفید اور بادامی پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی اور ہر قیمت کی ملسکتی ہیں:

المشتہر احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپورہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

تعصّب کا پردہ

افراط تفریط کے نتائج ہمیشہ بُرے ہوتے ہیں ہر ایک بات موقعہ پر ہی اچھّی لگتی ہے۔ نمک و مرچ تک جن کے بغیر ہم باشندگانِ ہند کھانا ہی نہیں کھا سکتے اگر حد سے بڑھیں تو طعام کا لطف ہی جاتا رہتا ہے۔ ہڈی جو انسان کا اپنا حصّہ ہے اگر زیادہ ہو جائے تو ڈاکٹر کو کچھ روپیہ دیکر نکلوا دی جاتی ہے۔ بات اگر بڑھ جائے تو اس کے نتیجے سب جانتے ہی ہیں۔ زبان و قلم سے انسان دنیا میں عزّت بھی دیکھتا ہے۔ مگر یہی اُسکے سولی پر چڑھانے کے باعث بھی ہو جاتے ہیں۔ یورپین مورخین نے حاطب اللّیل کی طرح مختلف نشانات سے جو تاریخی واقعات اخذ کرنے شروع کئے تو اس میں ایسی ایسی ٹھوکریں بھی کھائی ہیں کہ جو کسی طرح نظر انداز نہیں کیجا سکتیں مگر پچھلے دنوں میں جو ایک خطرناک غلطی کی گئی ہے۔ وہ صرف جہالت کی وجہ سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُسکے پردہ میں تعصّب بھی

جھلک مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے؛

لنڈن کا اخبار ٹائمز ایسا مشہور ہے کہ اکثر اخبار خواں اس کے نام سے واقف ہونگے۔ اس نے ۱۹۰۷ء میں ایک تاریخ پچیس جلدوں میں چھاپ کر شائع کی ہے جسے اسوقت کے مشہور یورپین مورخین نے لکھا ہے اور کل پچھلی مستند کتب سے اس کے لئے ذخیرہ مہیا کیا گیا ہے اور بڑے بڑے علماء کے ماتحت اس کی اشاعت ہوئی ہے اور چونکہ کل دنیا کی تاریخ ہے۔ اس لئے سو ڈیڑھ سو صفحہ اسلام کے حالات کے لئے بھی وقف کیا گیا ہے مگر میں نے جہانتک اِسے دیکھا ہے کوئی موقعہ خالی نہیں جانے دیا گیا کہ جہاں نیش زنی نہ کی گئی ہو۔ سیدھی باتوں کو ٹیڑھا کر کے دکھایا گیا ہے مگر یہ سب الزام تو اتنا کہنے سے حل ہو سکتا ہے کہ ہم نے اپنی تحقیقات میں بھی واقعات صحیح پائے ہیں مگر چند باتیں ایسی ہیں کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کے متعلق کوئی معقول جواب پیش کیا جا سکے۔

قرآن شریف کوئی ایسی کتاب نہیں کہ جو ویدوں کی طرح تاریکی میں پڑی ہوئی ہو۔ جس کے جاننے والے دنیا کے ہر ملک میں نہ مل سکتے ہوں اور جس کا پڑھنا اور پڑھوانا مشکلات سے ہو نہ یہ بائبل کی طرح مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں ترجمہ ہو کر اپنی اصل سے دور جا پڑی ہے کہ جس کے لئے یونان اور روم کے قدیم کتب خانوں کی تلاش کرنے پڑے نہ زردشتیوں اور بدھوں کی کتب کی طرح سکندر رومی اور شنکر اچارج کی دست برد میں آچکی ہے ہزاروں نہیں لاکھوں حافظ ہر زمانہ اور ہر ملک میں موجود رہے ہیں اور خدا کے فضل سے اس ظلمت کے زمانہ میں بھی موجود ہیں لاکھوں نہیں کروڑوں کاپیاں اس کی شائع ہو چکی ہیں اور

دنیا کے ہر حصہ میں موجود ہیں ایشیا اور آفریقہ ہی نہیں خود سینٹ پیٹرز برگ اور
پیرس کے چھپے ہوئے قرآن مل سکتے ہیں۔ اور ایک سرے سے دوسرے
سرے تک دیکھ جاؤ اور ہر زمانہ کے نسخوں کا آپس میں مقابلہ کرو تو ان میں
ایک لفظ کا بھی فرق نہیں پایا جائیگا پھر ایسی مشہور اور معروف اور بسہولت دستیاب
ہونیوالی کتاب کا حوالہ اگر کوئی غلط دے تو سوائے اسکے کہ اُسکے ایسے فعل
کو تعصّب کیطرف منسوب کیا جائے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب
کے آٹھویں والیوم میں صفحہ ۲۶۳ پر اسلام کے متعلق مضمون لکھنے والا
(اسکا نام نہیں معلوم ہوسکا) ایک عربی عبارت نقل کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ
یہ قرآن شریف کے ایک پرانے نسخہ سے نقل کی گئی ہے اور وہ عبارت
یہ ہے

وَلَن یَفُوتَ الْغِنٰی مِنْہُ یَدًا تَرِبَتْ اِنَّ الْحَیَا ؛

وَجُزْ مُثْقِلًا لُوخُفَّ طَفَّ مُوَکِّلًا بِمَنْقُوْل ؛

اسکی دوسری لائن تو اچھّی طرح پڑھی نہیں جاتی۔ مگر پہلی سطر قصیدہ بردہ
کے ایک شعر کا ایک حصّہ ہے جو کہ علّامہ بوصیری نے رسول اللہؐ کی تعریف
میں آپ کی وفات سے کئی سو سال بعد کہا ہے اور وہ پورا شعر یہ ہے[1]

وَلَنْ یَّفُوْتَ الْغِنٰی مِنْہُ یَدًا تَرِبَتْ
اِنَّ الْحَیَا یُنْبِتُ الْاَزْہَارَ فِی الْاَکَمِ

اور اس شعر کا نشان شدہ حصّہ ہے جو یہ عالم مؤرخ بمع کچھ اور زیادتی کے
قرآن شریف کے نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہے اور لطیفہ یہ ہے کہ عبارت
جو نقل کی گئی ہے وہ بھی پوری نہیں ایک حصّہ تو علامہ بوصیری کے شعر کا

[1] معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس کے ایڈیٹر کو کہیں یہ قصیدہ ہاتھ آگیا ...

لے لیا ہے اور ایک حصہ کسی اور کتاب کا اور دو ٹکڑے اس خوبی سے ملائے ہیں کہ ان کے معنے بھی کچھ نہیں بن سکتے۔ کیونکہ پہلی سطر میں جو انّ الحیا آیا ہے اسکے معنے ہیں "تحقیق بارش" اور آگے اس کی خبر نہیں آئی کہ بارش کو کیا ہو گیا یا وہ کیا کرتی ہے کہ جس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں اوّل تو یہ کہ راقم مضمون اوّل درجہ کے متعصّب ہیں کہ ان کو اتنا خیال نہیں آیا کہ ایک عظیم الشّان مذہب کے متعلق کچھ لکھنے لگا ہوں کچھ تحقیقات ہی کر لوں اور قرآن شریف کے کسی نسخہ سے یہ عبارت ملا تو لوں کہ واقعی یہ اس میں ہے بھی کہ نہیں کیونکہ کسی مذہب کے متعلّق صحیح حوالہ جات دینے میں یہی چند دقتیں ہو سکتی ہیں۔ کہ

۱۔ تو وہ مذہب ایسا گمنام اور غیر معروف ہو کہ اسکے پیرووں کا ملنا یا انکی کتابوں کی صحیح کیفیت کا دریافت کرنا ایک مشکل بلکہ ناممکن امر ہو جائے مگر اسلام اس مد میں نہیں آسکتا کیونکہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو شروع سے لیکر آجتک کے اپنے مخالفوں کی نظروں میں کھٹکتا رہا ہے اور اگر کسی مذہب سے اسبات کا خوف کیا گیا ہے کہ اس کی تعلیم پھیلی تو یہ اپنی سادگی اور سچائی کیوجہ سے کل مذاہب عالم کو نیست کر دیگا تو وہ یہی ایک مذہب ہے کہ جسکی وجہ سے تمام مذاہب کا وار ہمیشہ اسپر چلتا رہا ہے اور تیرہ سو برس سی آجتک یہ کل فرق ہائے باطلہ کا ہدف بنا رہا ہے مگر باوجود اس کے کوئی ملک نہیں کہ جس میں مسلمان نہ پائے جاتے ہوں اور خصوصاً ان دنوں تو قریباً یورپ کے ہر ملک میں مساجدیں تیار ہو گئی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ممالک میں نہ صرف ایک دو آدمی بلکہ جماعتوں کی جماعتیں رہتی ہیں اور وہ اپنے مذہبی معاملات میں دلچسپی رکھنے والی ہیں کیونکہ اگر وہ اس قدر

ناواقف ہوتیں تو ہزاروں اور لاکھوں کے خرچ سے مساجد کیوں تیار کی جاتیں خود انگلینڈ میں لیورپول میں ایک عظیم الشان مسجد ہے اور قرآن شریف تو اسقدر کثرت سے مسلمانوں کو یاد ہے کہ جو لوگ مغز اسلام سے ناواقف ہیں وہ بھی قرآن شریف کی کچھ نہ کچھ عبارت یاد رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں جبکہ مسلمان ہر ایک علاقہ میں اور ملک کے ہر گوشہ میں موجود ہیں پھر قرآن کی آیات کے متعلق تحقیقات کرنے میں کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں؟

۲- یہ مشکل ہوتی ہے کہ وہ مذہب تو مشہور ہو اور اسکے پیرو بھی بہت کثرت سے ہوں مگر وہ کتاب جس کی طرف وہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہوں قریباً معدوم ہو اور اسکا ملنا بہت دشوار ہو اور وقت طلب ہو اور بہت کچھ عرق ریزی کرنیکے بعد اسکا ملسکتا ہو تو اس صورت میں سنی سنائی بات پر بھی انسان کچھ لکھ سکتا ہے اور اسکو حوالہ کے طور پر استعمال کرسکتا ہے گو کہ یہ حوالہ اسوقت تک قابل اعتبار نہ ہوگا جب تک کہ اسکی نسبت کوشش کرکے اسکی سچائی دریافت نہ کرلیجائے جیسے کہ دید ہیں کہ خود بڑے بڑے عالم ہندوؤں تک نے انکو پڑھنا تو الگ دیکھا تک بھی نہیں یہانتک کہ کہا جاتا ہے کہ خود پنڈت دیانند صاحب نے سنسکرت میں چاروں وید نہیں پڑھے تھے۔ واللہ اعلم بالصّواب

پس اگر کوئی وید کا حوالہ دینا چاہے ور وہ بھی سنسکرت میں اور اسکے راستہ میں بہت سی مشکلات ہوں تو مجبوراً اسے دوسرے لوگوں کی تحقیقات پر ہی اکتفا کرنا پڑیگا۔ مگر قرآن شریف کی نسبت تو یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اسکے لاکھوں کروڑں نسخہ دنیا میں موجود ہیں۔ +

اور خود یورپ میں کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔

۳۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کتاب ہے بھی عام اور اس کے پیرو ان بھی کثرت سے ہیں۔ مگر اسکے نسخوں میں بڑا اختلاف ہے اور ایک نسخہ دوسرے نسخہ سے نہیں ملتا۔ تو اس صورت میں یہ عذر کیا جا سکتا ہے کہ میں نے ایک اور نسخہ سے حوالہ دیا ہے گو قرآن شریف کے متعلق یہ عذر بھی قابل سماعت نہیں کیونکہ اسکے لاکھوں کروڑوں نسخوں میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں پایا جا سکتا اور کسی کی طاقت نہیں کہ اسکے بیشمار نسخوں میں اختلاف دکھا سکے۔

۴۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کتاب ایسی زبان میں ہے کہ اسکے بولنے والے اور سمجھنے والے اب مل نہیں سکتے اور اگر ملتے بھی ہیں تو وہ بھی مثل عنقا شلاً آئس لینڈ کی پرانی زبان۔ یا فنلینڈ کا پرانا لٹریچر یا قبطیوں کی بہت پرانے زمانہ کی تحریرات اسکے حوالجات میں اگر کوئی غلطی ہو۔ تو قابل معافی ہے گو قرآن شریف جس زبان میں ہے اسکے بولنے والے اسوقت کروڑوں کی تعداد میں ملتے ہیں اور ہر ایک ملک میں مل سکتے ہیں اور جو بتا سکتے ہیں کہ یہ قرآن شریف کی عبارت ہے اور یہ کسی اور کتاب کی سو اس مقدمہ پر یہ عذر بھی نہیں سکتا کہ راقم مضمون کے لیئے اس زبان کی تحقیقات میں بھی بڑی بڑی مشکلات تھیں۔

۵۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی کتاب ایسے زمانہ میں لکھی جائے۔ کہ اسوقت امن نہ ہو یا خط وکتابت کے ذرائع میں دقتیں ہوں یا سفر میں مشکلات ہوں یا ان قوموں کے آپس میں تعلقات نہ ہوں مگر یہ سب باتیں آجکل نہیں ہیں امن ایسا ہے کہ کبھی نہ ہوا تھا خط وکتابت کے ذرایع ایسے

ہیں کہ ایک آنہ کے لفافہ میں ہزاروں کوس سے مشورہ طلب ہوسکتا ہے سفر میں وہ سہولتیں ہیں کہ مہینوں کا راستہ گھنٹوں میں طے ہوتا ہے خود مسیحی گورنمنٹوں کے ماتحت مسلمان بستے ہیں جس سے تعلقات کا پتہ خوب لگ سکتا ہے؛

پس کوئی صورت بھی ایسی نہیں کہ جس میں اس عالم مورخ کو معذور قرار دیا جاسکے۔ مسلمان اسجگہ موجود ہیں قرآن کی لاکھوں کاپیاں موجود ہیں۔ اور خود یورپ میں چھپ چکی ہیں پھر اس کے نسخوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے پھر یہ کسی ایسی زبان میں نہیں ہے جو اس زمانہ میں بولی نہ جاتی ہو اور جس کے جاننے والے مشکل سے دستیاب ہوتے ہوں پھر یہ تاریخ ایسے زمانہ میں نہیں لکھی گئی کہ جو تحقیقات میں مشکلات پیدا کرتا ہو۔ نہ یہ جہالت کے زمانہ میں لکھی گئی ہے پس سوائے اسکے اور کچھ وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مذہبی تعصّب کے جوش میں قرآن شریف کا سقم بتانے کیلئے جو عبارت سامنے آئی اُسی کو اُسکی طرف منسوب کردیا؛

دوسری بات جو اس حوالہ سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ راقم مضمون عربی زبان سے محض ناواقف ہیں کیونکہ جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اسکا مطلب بھی کچھ نہیں بنتا۔ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ اِنَّ الحُیَا میں اسم اِنَّ تو ہے اور اسکی خبر[1] ہے ہی نہیں جس سے کچھ معانی معلوم ہوسکیں۔ اور کہیں کی اینٹ کہیں کے روڑے سے یہ عجیب عمارت بناکر آپنے کھڑی کردی ہے اور اگر اس عبارت میں ایک ایسے

---

[1] چونکہ دوسری سطر پڑھی نہیں جاتی اسلیئے پہلی سطر سے ہی اندازہ کیا جاتا ہے کیونکہ جو اصل کتاب میں اِنَّ کی خبر ہے وہ اسجگہ درج نہیں ہے؛

شاعر کا مصرعہ نہ ہوتا جو کہ رسول اللہ کے خدام میں سے آپ کے کئی سو
سال بعد ہوا ہے۔ اور عربی کی ناواقفیت کی وجہ سے کہیں کی عبارت
کہیں نہ ملائی ہوئی ہوتی۔ تو کوئی تعجب نہیں کہ کچھ مدت کے بعد مسیحی پادری
اور آریہ مہاشہ شور مچا دیتے کہ دیکھو قرآن شریف میں تحریف ہو چکی ہے
جیسے کہ ایک پرانے نسخہ سے ثابت ہوتا ہے مگر لا یفلح الساحر حیث اتیٰ
جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے عقلمند لوگوں پر یہ کھل ہی گیا ہوگا
کہ اسلام کے متعلق جو کچھ اس تاریخ پر لکھا گیا ہے وہ کہاں تک قابل اعتبار
ہے مگر باوجود اسکے عالم مورخ اپنے اس مضمون میں لکھتا ہے۔ کہ قرآن
شریف کی عبارت (نعوذ باللہ) بالکل بے جوڑ ہے اور اُسکا کوئی مطلب نہیں
نکل سکتا اور لکھتا ہے "تفاخرانہ" الفاظ اور لبھانے والی باتیں اور وہ کثرت
سے آنیوالے بیوقوفانہ فقرات جنکا حقیقتاً کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ قرآن شریف
میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور نظم خیال کیئے جاتے ہیں" آگے چلکر
لکھتا ہے "لیکن اگر ہم اپنی رائے دیں (قرآن شریف کے متعلق) تو ہمکو
اقرار کرنا پڑتا ہے کہ عربی کی مشہور پرانی کتب میں سے ہمیں کوئی ایسی کتاب
معلوم نہیں جو کہ مذاق سلیم اور حقیقت سے ایسی خالی ہو اور ایسی حد سے
زیادہ بات کو لمبا کرنیوالی اور تھکا دینے والی ہو جیسے کہ قرآن (ترجمہ از انگریزی)
(نعوذ باللہ من ذالک) جس سے راقم مضمون کی علمیت اور بے تعصبی پر
اور بھی روشنی پڑتی ہے بیشک ہم مانتے ہیں کہ وہ قرآن جس میں سے آپ
نے مذکورہ بالا عبارت نقل کی ہے ایسا ہی ہوگا۔ لیکن ہم جس قرآن پر ایمان
لاتے ہیں وہ وہ ہے کہ جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خدائے وحدہٗ
لاشریک کی طرف سے اترا ہے کہ جس کے مقابلہ میں کسی کی طاقت نہیں

ہوئی۔ کہ آجتک ایک آیت بھی پیش کر سکے مگر تعجّب تو یہ ہے کہ اس تحقیقات اور اس عربی دانی پر آپ کو اتنے بڑے دعوے کی جرأت کسطرح ہوئی۔

میرے خیال میں کل مسلمانوں کو اخبار ٹائمز کو مجبور کرنا چاہیئے کہ وہ اس عظیم الشان غلطی کا ازالہ کرے کیونکہ علاوہ اسکے کہ یہ کروڑوں مسلمانوں کا دل دکھانیوالی بات ہے خلاف واقعہ بھی ہے؛

مکتوبات

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ؁ نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم ؁

محبی اخویم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپکا عنایت نامہ پہونچا۔ ڈیڑھ میل تک شہر میں اپنے گاؤں سے آنا بجز حرج کے متصور نہیں چونکہ گاؤں میں مسجد ہے اگر شہر کے نزدیک بھی ہے تب بھی ایک محلہ کا حکم رکھتا ہے کسی حدیث صحیح میں اس ممانعت کا نام و نشان نہیں بلاشبہ جمعہ جائز ہے خدا تعالٰے کے دین میں حرج نہیں کتاب دافع الوساوس چھپ رہی ہے۔ والسّلام؛

خاکسار غلام احمدؐ۔ ۱۳۔ اگست ۹۲ء

مشفقی محبی اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ عنایت نامہ پہونچکر دریافت واقعہ ہائلہ و حادثہ وفات آپ کی ہمشیرہ کے بہت غم و اندوہ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ؁ خدا تعالٰے آپ کو صبر بخشے۔ اور اس مرحومہ کو راضیات جنّت میں داخل فرماتے۔ آمین ثم آمین

باقی بفضلہ تعالیٰ سب طرح سے خریت ہے۔ والسّلام

راقم خاکسار غلام احمد۔ ۱۷۔ مئی ۹۲ء

آریہ صاحبان توجہ کریں؟

مدت سے وید کی توحید کے متعلّق سنتے ہیں اور اس کے معارف ونکات کی نسبت آریہ صاحبان نے ایک شور مچار کھا ہے مگر عجیب بات یہ ہے۔ کہ جسقدر لوگونکو دیکھا ہے کہ وید کی تعلیم کے سرشار ہین۔ اگر ان کی حقیقت معلوم ہوئی تو یہ کہ وہ خود بھی ویدوں سے ناواقف ہیں گویا وید کے عشاق اُن لوگوں کی مثال ہیں کہ جنہوں نے چلتے چلتے راستہ میں ایک مردہ اژدہا پایا رات کا وقت اور تاریکی کا جوش تھا۔ چھونے سے معلوم کیا کہ کوئی چیز نہایت ملائم نازک اور سڈول ہے سمجھے کہ کوئی نازنین آرام کناں ہے جوش عشق تو پہلے ہی سر پر سوار تھا اور محبوب کی "تلاش تو مدت سے تھی یہی خیال کیا کہ اس سے بڑھکر اور کونسا معشوق ہاتھ آئیگا۔ وہیں ڈیرہ ڈالدیا اور ایک تنگ وتاریک مکان اس پر بنا دیا اب لگے عشقیہ" کلام پڑھنے اور غزلیں گانے کوئی تو اسکے منہ کی تعریف کرتا ہے۔ . . . . کوئی اس کے قدوقامت کی موزونی پر فِدا ہے کسی کا دِل اسکے اعضاء کی مناسبت پر آیا ہے تو کوئی اُس کے رنگ وروپ کا شیدا ہے کسیکو اس کی صراحی دار گردن نے موہ لیا ہے تو کسیکو اس کی زلف پیچاں نے ڈس لیا ہے کسی پر اسکے ابروخم دار کی تلوار چل رہی ہی تو کسی پر اس کے تیر مژگان کی بوچھاڑ ہے کوئی اس کی نرگسی آنکھوں کا بیمار ہی تو کوئی اُسکے لب ولعل کے پیچھے بک گیا ہے کوئی اسکے رخسار کو آفتاب کے مقابل پر لا کر اُسے داغ دار ٹھہرا رہا ہے تو کوئی اسکے آبدار دانتوں کے مقابل

میں موتیوں کی مالا کو شہر مارہا ہے۔ غرض ایک شور برپا ہوگیا اور قیامت کا نظارہ آنکھوں کے آگے پھر گیا جو کوئی آتا حیران ہوتا کہ ایسا کونسا معشوق ہاتھ آگیا کہ جس کے لیئے یہ سب کے سب اسقدر سرگردان و حیران ہیں اور محبّت کے مارے انکو کھانا پینا تک حرام ہوگیا ہے پوچھنے پر معلوم ہُوا کہ اور تو اور ان دیوانوں نے اپنے معشوق کو ابتک دیکھا تک بھی نہیں اور باوجود اسکے جو کوئی خوبی سنتے ہیں وہ جھٹ اپنے معشوق کی طرف منسوب کردیتے ہیں جو کتاب دیکھی اور اس میں سے جو بات پسند آئی رودیئے اور کہنے لگے کہ بس ایسی ایسی باتیں ہمارا معشوق ہی کرتا ہے کوئی علم سنا اور کہہ اٹھے کہ یہ علم اول اول ہمارے محبوب نے ہی ایجاد کیا تھا جب شور وبکا بہت بڑھا تو آس پاس کے لوگوں نے لمپ روشن کئے اور دیکھا تو ایک مردہ اژدہا ہزاروں کپڑوں میں لپیٹ کر رکھا ہوا ہے اور اُسی کی الفت میں اسقدر گریہ وبکا ہورہا ہے یہ دیکھنے پر ان لوگوں نے سمجھایا کہ یہ تومار ہے اور وہ بھی مرا ہُوا مگر وہ انکے گرد ہوگئے اور لگے گالیاں دینے کہ یہ روشنیاں ہی خراب ہیں انمیں طاقت ہی کیا ہے کہ یہ ہمارے معشوق کا چہرہ دکھا سکیں انکا نقص تم ہمارے معشوق کی طرف منسوب کرتے ہو۔ ان سے پوچھا گیا کہ اچھا تم نے دیکھا تو آہ بھر کر کہنے لگے کہ ہماری ایسی قسمت کہاں کہا گیا۔ کہ اچھا اسجگہ سے باہر تو نکالو کہ کچھ نظر آوے تو انہوں نے یہی عذر کیا کہ روشنیاں ناقص ہیں ان سے ہمارے معشوق کی شکل کچھ اور سے اور نظر آتی ہے۔

آریہ صاحبان بھی وید کی تعریفوں میں اسی طرح رطب اللسان ہیں اور کوئی خوبی سن پائی جھٹ مدعی ہوجاتے ہیں کہ ہاں یہ وید سے ہی لوگوں نے لی ہے اور جو علم ہے اُسی کی خوشہ چینی سے نصیب ہُوا ہے ان سے پوچھتے ہیں کہ تم نے وید کو پڑھا ہے تو انکار کرتے ہیں جو اُس کے ترجمہ ہوتے ہیں اُنکی

نسبت کہتے ہیں کہ یہ زبانیں ہی خراب ہیں۔ ان میں طاقت ہی نہیں کہ وید کے علوم کو بیان کر سکیں گویا سنسکرت کی تاریکی سے باہر آ کر وید کا حسن اس مار مردہ کی طرح بالکل برباد ہو جاتا ہے۔ اور خود سنسکرت کا عالم آریوں میں کوئی ہے نہیں۔ کہ جو اس کے سراپا سے ہمکو آگاہ کرے۔ باوجود اس کے نہ معلوم آریوں کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اسمیں یہ یہ علوم بھرے ہوتے ہیں اسکے بیسیوں مضمون وید کے علوم پر دیکھ جاؤ کہیں کوئی بات ایسی نہ ملیگی کہ جسکو خود وید کی شرتیوں سے ثابت کریں جو ترجمہ وید کے شائع ہوئے ہیں وہ سناتن دہرم والوں نے بھی کئے ہیں انگریزوں اور جرمن والوں نے بھی کیئے ہیں۔ ان سب کو ملا کر دیکھتے ہیں تو وید میں کچھ نظر آتا ہی نہیں سوائے اسکے کہ مال مویشی کی حفاظت کے لیئے چند دعائیں ہیں مگر ان سب کو لغو قرار دیا جاتا ہے اسلیئے سوائے اسکے اور کچھ چارہ نہیں کہ آریوں کو اس اژدہا کے مردہ کے عشاق کی طرح سمجھ لیا جائے کیونکہ نہ تو یہ وید کے علوم ہمکو دکھا سکتے ہیں اور نہ ہی خود دیکھتے ہیں اور اگر یہ اپنی بدنامی مٹانا چاہتے ہیں تو انکو چاہیئے کہ ایک تو ایسے لوگوں کی فہرست شائع کریں جو قسماً کہہ سکیں۔ کہ ہم نے وید شروع سے آخر تک پڑھا ہے اور دوسرے ایک ایک کتاب کل علوم کی وید سے اخذ کر کے شائع کریں کہ یہ سائنس ہے جو وید کی فلاں فلاں شرتیوں سے نکلتی ہے اور یہ فلسفہ ہے جو وید سے ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کی ماخذ فلاں فلاں شرتیاں ہیں تاکہ دنیا پر ان لایعنی دعاوی کا کچھ تو راز کھلے۔ اور اگر یہ نہیں تو کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است ٭

دو عظیم الشان مذاہب

کے

بانیوں کے خاتمہ پر نظر

آج جس مضمون پر میں لکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ناظرین کی توجہ اِسطرف پھیروں کہ اسلام کے بانی رسول کریم محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ ؐ اور یسوعی مذہب کے بانی یسوع کے خاتمہ میں کیا فرق ہے۔

ایک طرف جب ہم دیکھتے ہیں تو۔ کامیابی اور تکمیل نعمت کے خزانے نظر آتے ہیں۔ اور اس کے مقابل پر دوسری طرف ناکامی و مایوسی کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا جس سے ایک عقلمند آدمی اس نتیجہ پر بہت اچھی طرح پہونچ سکتا ہے کہ ان میں سے عظیم الشان شخص کون تھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی انسان خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ تو شیطان سیرت انسان اس کی مخالفت بڑے زور شور سے شروع کر دیتے ہیں اور بالآخر وہ خدا جو اپنے مُرسل کی حمایت کرتا ہے اس کے دشمنوں کو ہلاک کر کے سچے کو سچّا اور جھوٹے کو جھوٹا کر کے دکھا دیتا ہے۔

اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام آئے۔ جنکو کہ تمام یورپ تمام امریکہ اور اکثر حصّہ ایشیا اور افریقہ بزرگ مانتا ہے تو آپ کے مقابل پر ایک شخص حسب عادت اٹھا۔ جسکو لوگ نمرود کہتے ہیں اسی طرح حضرت موسٰی علیہ السلام تشریف لائے تو انکے مقابل پر فرعون تھا۔ علیٰ ہذ القیاس جہاں تک ہم غور کرتے

ہیں ہر ایک نبی کے مقابل پر کوئی نہ کوئی بڑا سخت دشمن ضرور ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جھوٹے ہلاک ہوجاتے ہیں اور راستباز عزت پاتے ہیں۔

آجکل دنیا کی آبادی کا اکثر حصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرمانبرداری پر فخر کرتا ہے مگر جب نمرود کی طرف دیکھا جائے تو یہ بھی شکل سے کہا جا سکتا ہے کہ آیا کوئی نمرود تھا بھی یا نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کا ہر فرد بشر حضرت ابراہیم جیسے بزرگ باپ کی اولاد ہونا فخر سمجھتا ہے۔ مگر کوئی شخص برداشت نہیں کرتا۔ کہ اسکو نمرود کا بچہ کہا جاوے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام بڑے ادب اور بڑے فخر سے لیتے ہیں۔ اس کے مقابل پر کوئی شخص برداشت نہیں کرتا۔ کہ اس کو فرعون کا پیرو یا فرعون کی اولادیں سے کہا جاوے۔

غرض کہ سچے اور جھوٹے کا انجام خود بتا دیتا ہے کہ سچا کون تھا۔ اور جھوٹا کون اسی اصول پر ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع ؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ فداہ ابی وامی کے انجام کیا بتلا رہے ہیں۔ انمیں کامیاب کون مرا۔ اور ناکام کون مرا۔ اور اس انجام کے مطابق عظیم الشان انسان کون تھا آیا یسوع یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یسوعی صاحبان کی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مذہب کا بانی ایک ایسا شخص تھا جو کہ خدا بھی تھا اور انسان بھی تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اس میں بخیال یسوعین خدائی حصہ بھی تھا۔ کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں کی

اکثر ناظرین اس بات سے واقف ہو گئے کہ یسوع کے تاریخی حالات

ؔ ناظرین یاد رکھیں کہ یسوع صاحب سے خیال میں وہ شخص نہیں ہیں جو کو قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کہا گیا ہے۔ یسوع کے متعلق ہم جو کچھ لکھیں گے۔ وہ یسوعین کے عقائد کے بموجب ہوگا۔ منہ

گیا تھے۔ اور اسنے کیسی کس مپرسی کی زندگی گزاری۔ شروع شروع میں کسی نبی کسی پیغمبر کسی بزرگ کسی ولی اللہ کی مخالفت ضروری ہے۔ مگر جب ہم ایسے لوگوں کے خاتمہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی زندگی انکے مخالفین سے کامیاب نظر آتی ہے۔

لیکن جب ہم ایسے لوگوں کے خاتمہ کی طرف نظر دوڑاتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکا خاتمہ اچھی حالت میں نہیں ہوا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک یسوعی اپنی کتاب "مسیح کا نمونہ" میں لکھتا ہے۔

"مگر جسمانی تکلیف جو یسوع نے آخری دم اٹھائی۔ نہایت ہی سخت قسم کی تھی۔ یاد کرو کہ کس طرح گیتسمنی کے باغ میں اسکے خون کا پسینہ بہ نکلا۔ کس طرح بیرحم سپاہیوں نے اسکو ستون سے باندھکر زور زور سے کوڑے مارے۔ اس کے سر پہ کانٹوں کا تاج رکھا گیا۔ اور اسنے صلیب کی ناقابل بیان بعقو اور درد برداشت کی ہم دعوے سے گو نہ کہہ سکیں کہ کبھی کسی شخص نے استقدر جسمانی دکھ نہیں اٹھایا جیسا اس نے تو بھی ایسا خیال کم سے کم ظن غالب کا رتبہ تو رکھتا ہے کیونکہ اسکے جسم کی صحیح و تندرست حالت کے سبب اغلباً اس نے اوروں کی نسبت درد کو زیادہ محسوس کیا"۔

اب ہم ناظرین کے سامنے یہ واقعات جو یسوع صاحب کو اس کی زندگی کے خاتمہ پر پیش آئے کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج کرتے ہیں۔

جمعرات کی شام کو یہود کا دستور تھا کہ سال کے بعد عید فسح کیا کرتے تھے چنانچہ اس جمعرات کو جس شام کے بعد فسح کا کھانا کھانا تھا یہودی لوگ یسوع کو پکڑنے کے لیئے طیار ہوئے۔ اور بالآخر رات کے آخری حصہ میں جب کہ یروشلم والے سوئے

ہوئے تھے ان میں سے بہت سے یہودی یسوع کی تلاش میں نکلے۔ اور تعجب کی بات ہے۔ کہ یہودا اسکریوطی اس قافلہ کے آگے آگے چل رہا تھا۔ جو یسوع کے شاگردوں میں سے تھا۔ جو اس قافلہ کو اس جگہ لیگیا جہاں اس کا استاد یسوع رہا کرتا تھا اور وہ جگہ کوہ زیتون کے دامن میں واقع تھی اور گتسمنی کا باغ کہلاتی تھی چنانچہ اس دن بھی یسوع صاحب کا۔ بحیثیت انسان ہونیکے (اپنے آپ بحیثیت اسکے کہ وہ خدا تھا) دعا کر رہے تھے۔

جب یہ قافلہ باغ کے دروازہ پر پہنچا۔ تو یسوع انکے پاس آیا۔ اور انکے حوالہ کردیا۔ اس کے بعد اس کو چھ پیشیاں ایک ہی دن میں بھگتنی پڑیں۔ یعنی تین پیشیاں دینی عدالت میں ہوئیں اور تین ہی حکومت کی عدالتوں میں۔

جبکہ وہ قیافہ کے سامنے پیشی بھگت رہا تھا۔ جو کہ سردار کاہن اور سنہڈرم کا پریذیڈنٹ تھا۔ تو ایک شخص نے اسکے رخسارے پر طمانچہ مارا۔ کیونکہ انہوں نے گستاخی سے اسکو جواب دیا تھا جب وہ سنہڈرم کے سامنے پیش ہوا جو یہودیوں کے دینی فیصلہ کے لیئے مجلس تھی تو وہ خاموش کھڑا رہا آخر اس مجلس کا پریذیڈنٹ مجبور ہو کر رعد کی طرح کڑکا اور کہا۔ کہ تم جواب کیوں نہیں دیتے۔

یہ پیشیاں رات کے وقت میں ہوئی تھیں چنانچہ سنہڈرم نے فیصلہ کیا کہ سورج نکلنے پر باقاعدہ میٹنگ کر کے یسوع پر فرد جرم لگا کر اس کو حاکم کے سامنے پیش کیا جاوے چنانچہ اس غرض کے لیئے وہ جیلخانہ میں بھیجا گیا۔ جہانکہ ظلم پیشہ اور ستم شعار محافظان جیل جیسے بیرحم لوگوں نے بہت سی شرمناک حرکتیں کیں؛

ایسی حالت میں یسوع کو گھونسے مارتے تھے۔ اسپر تھوکتے تھے اس کی آنکھیں بند کرکے اسے طمانچوں سے پیٹ کر کہتے تھے۔ بتا تجھے کس نے مارا ہے۔ پھر چھ سات بجے دن کے وہ مسیح کے زنجیریں ڈال کر اسکو حاکم کی طرف لیگئے۔ چنانچہ پیلاطوس کے پیش ہوا اس نے کہا۔ کہ اسنے کیا گناہ کیا ہے؟ تو وہ سب بولے کہ اگر یہ بدکار نہ ہوتا۔ تو ہم تمہارے پاس کیوں لاتے۔ غرض اس نے اس کیس کو ہیرودیس کے سپرد کردیا۔

جب ہیرودیس کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ تو اسنے اور اس کے سپاہیوں نے یسوع کو ذلیل کرنا شروع کیا۔ چنانچہ اسے ایک ایسی چمکدار پوشاک پہنائی جس کی مانند رومی دربار میں وہ لوگ پہنا کرتے تھے۔ جو شاہانہ تخت پر بیٹھنے کی امید رکھتے تھے۔ اور طرح طرح سے تذلیل تضحیک کی۔ ہیرودیس نے دوبارہ پیلاطوس کے پاس مقدمہ بھیجدیا۔ پیلاطوس یسوع کو چھوڑنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے یہ خیال کرکے کہ کوڑے مار کر چھوڑ دونگا۔ یسوع کو کوڑے مارنیکا حکم دیا۔

سپاہی یسوع کو اپنی بیرک کی طرف لیگئے اور وہاں اسکو بےعزت کرکے اور تکلیف دیکر اپنی ظلم پسند طبیعت کو سیر کیا۔ سپاہی اپنی ظالمانہ حرکات کے مزے لے رہے تھے اور ظلم پر ظلم کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ جب کوڑے لگا چکے۔ تو اسکو ایک کرسی پر بٹھادیا اور بادشاہوں کے ارغوانی چوغہ کی نقل میں کہیں سے پھٹا پرانا چوغہ لاکر اسے پہنادیا۔ عصاء کی جگہ ایک سرکنڈا اس کے ہاتھ میں دیا اور ان جھاڑیوں میں سے جو آس پاس اُگ رہی تھیں خاردار ٹہنیاں لیکر اور انہیں توڑ مڑوڑ کر تاج کی مانند بنایا اور اس کے سر پر رکھکر ایسا دبایا۔ کہ کانٹے اس کی پیشانی میں جا گھسے۔ اسکے بعد ہر ایک ٹھٹھے سے اسکے سامنے جاکر سجدہ کرتا اور اس کے منہ پر تھوکتا تھا۔ اور جو سرکنڈا

اسکے ہاتھ میں سے لاٹھی چھین کر اسکے سر اور منہ پر مارتا تھا۔

اسی حالت میں وہ دوبارہ پیلاطوس کے سامنے پیش ہؤا۔ لوگ اس عجوبہ کو دیکھکر ہنس رہے تھے یہاں آکر بھی یسوع صاحب خاموش کھڑے رہے اور آخر حاکم نے طیش میں آکر کہا تو بولتا کیوں نہیں ؟

اگرچہ پیلاطوس نے بہت کوشش کی۔ کہ یسوع کو صلیب پر نہ کھینچے گر بالآخر اسکو ایسا کرنا پڑا۔ غرضیکہ یہ قافلہ جو اب ہزاروں آدمیوں کا قافلہ ہو چکا تھا۔ یسوع کو مقتل میں لے گیا اور بالآخر اسکو صلیب پر کھینچا گیا۔ صلیب کی موت بڑی ذلت کی موت تھی چنانچہ بقول پادری جیمس اسٹاکر "یہ سزا غلاموں اور باغیوں کو دیجاتی تھی اور ان کی ذلت کا خاص نشان سمجھی جاتی تھی" اسوقت یسوع صاحب دعا کرتے ہیں۔ ایلی ایلی۔ لما سبقتانی۔ اے میرے خدا اے میرے خدا تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا

ناظرین! یہ ہے یسوع کی ناکامی کے خاتمہ کا حال صلیب پر لٹکا کر بھی اسے آزاد نہ چھوڑا گیا۔ بلکہ جو ارد گرد تھے۔ یا جو آتے جاتے تھے۔ انھوں نے خوب ٹھٹھے کئے۔ آخر بقول عیسائی صاحبان ایسی حالت میں مر گئے!

اس مختصر سے مضمون کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ گئے ہونگے۔ کہ یسوع کیسے ناکام مرے۔ یسوع کے خاتمہ کیوقت بھی اسکے کام کی حالت نہ وہ بھی تسلی بخش نہ تھی۔ یسوع کی ساری محنت تو یہ تھی کہ اس نے بارہ حواری طیار کئے ایک تو ایسا تھا جس نے مسیح کی زندگی ہی میں دغا کی۔ مسیح کے دشمنوں سے تیس روپے لیکر اسنے مسیح کو پکڑوا دیا۔ باقیوں کا حال سنو۔" شاگردوں کی دل شکنی میں بھی کوئی کسر باقی نہ تھی چنانچہ جس وقت وہ پکڑا گیا۔ اسوقت وہ سب اسے چھوڑ کر بھاگ گئے پطرس سردار کاہن کے گھر تک اسکے ساتھ گیا۔ مگر وہاں جا کر اور بھی زیادہ شرمناک حالت میں گرفتار ہؤا چنانچہ

اپنے مالک کا انکار کر بیٹھا۔ ...... اب یہ شاگرد اسکے سوا اور کیا کر سکتے تھے۔ کہ اپنے اپنے گھروں کو مایوس ہو کر واپس آئیں۔ اور پیشہ ماہی گیری پھر اختیار کریں اور عمر بھر اپنی غلطی کو جس کے سبب سے انھوں نے ایک چھوٹے مسیح کی پیروی کی تھی یاد کر کے اپنا سر دھنا کریں اور اپنے دل سے پوچھا کریں وہ تخت کہاں ہیں جن پر بٹھانیکا وعدہ اسنے کیا تھا۔ جب شاگرد فراہم ہوئے تو انھوں نے رونا اور ماتم کرنا شروع کیا۔ ہاں ان لوگوں سے زیادہ کوئی مایوس اور شکستہ دل نہ تھا۔" (دیکھو حیات المسیح مصنفہ پادری جیمس اسٹاکر صاحب صفحہ ۲۳۹ و ۲۴۰)

غرض یسوع صاحب کی عمر کے خاتمہ پر ہر طرح ناکامی و نامرادی و مایوسی نظر آرہی تھی۔ اس کے برخلاف دوسری طرف رسول اکرم صلعم کی وفات کے وقت ہر طرح کی کامیابی نظر آتی تھی۔ سنہ ۱۰ ھجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کو گئے ہیں اور اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا۔ کیونکہ اس کے بعد دوسرے سال میں آپ فوت ہو گئے۔ اس حج کے موقعہ پر رسول کریم صلعم نے ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر وعظ فرماتے ہوئے بیان کیا۔ کہ شاید اگلے سال میں تم میں نہ رہوں۔ اسلیئے کہ تبلیغ رسالت کا کام ختم ہو چکا۔ دین الٰہی کامل ہو چکا پھر وعظ کرتے کرتے فرمایا کہ لوگو! جب قیامت کے دن تم سے خدا میری تبلیغ رسالت کی بابت سوال کریگا۔ تو تم کیا جواب دوگے سبھوں نے متفق ہو کر کہا آپنے خدا کے احکام بخوبی پہنچائے اور امت کو کامل طور پر نصیحت کی اور تبلیغ رسالت کا پورا حق ادا کر دیا۔ تب آپنے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اللّٰھم اشھد۔ اللّٰھم اشھد۔ اللّٰھم اشھد ط عرفہ کے دن جو جمعہ کا دن تھا۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ط خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ آج ہمنے تمہارے

دین کو کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

ناظرین یہ ہے کامیابی رسول کریم صلعم کی اور یہی غرض ہے جس کے لیئے نبی یا رسول آتے ہیں۔ پر یہ آپ کا ہی حصہ تہا۔ کہ آپ کو اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے آپ کو مبعوث کیا تھا فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم چنانچہ اس آیت کے نزول کے ۸۱ دن بعد آپ فوت ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

غرض رسول کریم ہر طرح سے بامراد اور کامیاب ہو کر فوت ہوگئے۔ اور یسوع صاحب ہر طرح یاس اور ناکامی کی حالت میں اس دنیا سے علیحدہ ہوئے جس سے خوب پتہ لگ سکتا ہے کہ اگر یسوع ابن اللہ کہلانے کا حق رکھتا ہے تو رسول کریم کو اس سے بڑہکر کوئی خطاب دیا جانا چاہیئے۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

عبد الرحیم سابق میجر و اسسٹنٹ اڈیٹر تشحیذ الاذہان قادیان

جس نے تمہاری جسمانی کمزوریوں کے لیئے اور بیماریوں کے لیے ہر ایک قسم کی دوا تجویز کی ہے۔ اور تمہاری جسمانی ضروریات کے لیے سامان مہیا کیئے ہیں اور والدین کی محبت بھری گود سے تمہاری مدد کی ہے بس جب کہ میں ایسا رب ہوں تو اپنی روحانی مصیبتوں کیوقت بھی گھبراؤ مت اور بلا کھٹکے توبہ کرو۔ اور میری طرف جھکجاؤ اور آیندہ میری فرمانبرداری کا اقرار کرلو اور ارادہ کرلو تاکہ تم اس عذاب سے بچ جاؤ جو کہ جب آنا ہے تو پھر کسی کی مدد نہیں کیجاتی۔

پس کیسی پاک ہے یہ تعلیم اور کیسا پیارا ہے یہ کلام جو اسلام نے نجات کے بارے میں بیان فرمایا ہے جو کہ نہ صرف کل اعتراضوں اور کمزوریوں سے ہی مبرا ہے بلکہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور ہمارے روزمرہ کے مشاہدات کی تائید کرتا ہے کیونکہ والدین کو الگ کر کے جب کہ ہمارے دوست و آشنا عزیز و اقربا اور ہمسائے اور واقف اور ملاقاتی تک بھی ہم پر رحم کرتے ہیں اور ہماری کمزوریوں پر چشم پوشی کرتے ہیں اور اگر ہمارے قصوروں کو یاد رکھیں اور ہمارے حافظہ سے گرا نہ دیں تو کینہ توز اور کمینہ کہلاتے ہیں تو پھر وہ خدا جو ہمیں وجود میں لایا اور ہمارے لیئے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ہر قسم کی نعمتوں سے ہمیں بہرہ مند کیا اور کرم اور فضل سے ہمارا گھر بھر دیا۔ اور ہر قسم کے سامان ہمارے لیئے مہیا کیئے اور ذرہ ذرہ چیز کا خیال رکھا اور کوئی چیز نہ رہی کہ جسکی ہم کو ضرورت ہو اور اس نے اسے پیدا نہ کیا ہو اور کوئی سامان نہ رہا جو ہمارے لیئے آرام کا موجب ہو اور اس نے اسے نظر انداز کر دیا ہو جس نے ہماری پرورش کے لیئے والدہ کی چھاتیوں میں سے دودھ نکالا اور ہم کو نامعلوم ذریعوں سے اسکے پینے کا علم سکھلایا جب کہ کوئی شئے ہمکو کچھ نہ سکھلاتی تھی اور جس نے چرند پرند اور درند پر ہمکو حکومت

بخشی اور چاند اور سورج کو ہمارے لئے مسخر کیا اور عناصر کو ہمارے تابع فرمان بنایا۔ کیا ہمارے گناہوں پر چشم پوشی نہ کریگا اور ہماری خطاؤں سے درگزر نہ کریگا۔ اور جبکہ ہم اس کے پاس اپنی کمزوریوں سے واقف ہو کر مدد کے لئے جائیں۔ اور ہمدردی کے لئے چلائیں اور ہمارے سینہ فرطِ غم سے پھٹ جائیں اور دوزخ کا نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔ اور کرب و اندوہ سے ایک دیوانگی طاری ہو جائے تو کیا وہ مہربان اپنی محبت کے دامن کو ہم سے الگ رکھیگا۔ اور ہم پر نہیں ڈالیگا اور کیا ایسے وقت میں اپنی الفت کی چادر میں ہمکو نہیں لپیٹیگا۔ اس کی مہربانیاں اور بندہ پروریاں ظاہر کرتی ہیں اور فطرت انسانی اسبات کی گواہی دیتی ہے کہ وہ رحیم کریم ہستی وہ مہربان ذات جو ماں باپ سے زیادہ مہربان اور عزیز اقربا سے زیادہ محبت کرنیوالی اور بھائی بندوں سے زیادہ الفت رکھنے والی اور بیوی بچوں سے زیادہ پیار کرنیوالی ہے ضرور ضرور اور ضرور ہماری توبہ کو قبول کریگی اور ہمیں ہلاکت کے گڑھے سے نکال لیگی کیونکہ جب کہ ہم اپنے پیاروں کی توبہ قبول کرتے ہیں اور اجنبیوں پر رحم کرتے ہیں تو کس طرح ممکن ہے۔ کہ وہ مہربان خدا ہم پر رحم نہ کریگا۔ یہ خیال اس کی نسبت دل میں لانا بھی کفر ہے وہ بڑا پاک ہے اور بڑا مہربان ہے۔

وہ ہم کو اپنے پاک کلام میں بتاتا ہے کہ ہرگز نا امید مت ہو اور مایوسی میں نہ پڑو۔ بلکہ جب تم اپنے گناہوں پر آگاہ ہو جاؤ اور نیکی کی قدر کو پہچان لو تو فوراً توبہ کرو اور یہ خیال مت کرو کہ اب کیا ہوگا۔ اب تو تم بہت سے گناہ کر چکے ہو اور جہنمی ہو چکے ہو بلکہ ہر وقت میری رحمت کے امیدوار رہو۔ کہ میں ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوں اور بیوی بچوں سے زیادہ خیر خواہ۔ اور ایک

جگہ ہی نہیں بلکہ بیسیوں جگہ قرآن شریف میں خداتعالیٰ نے اس مضمون کو لیا
ہے کہ میں بخشنہار ہوں اور خطاؤں کو معاف کرتا ہوں چنانچہ ناامید ہونیوالے کو
کافر کہا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ لَا تَايْئَسُوْمِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ
مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ ط پ ۱۳ ع ۴ یعنے اے لوگو! تم خدا
تعالیٰ کی مہربانی سے ناامید مت ہو کیونکہ اس کی رحمت سے وہی لوگ ناامید
ہوتے ہیں کہ جو کافر ہوتے ہیں یعنی جن کو اس کے لطف اور کرم پر بھروسہ
نہیں ہوتا۔ اور جو اس کی مہربانیوں کو جو کہ پیدایش کے دن سے اس دن
تک انپر ہوئی ہوتی ہیں بھلاچکے ہوتے ہیں کیونکہ اگر وہ ایماندار ہوتے۔
اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر نہ کرچکے ہوتے تو کبھی بھی یہ گمان نہ کرتے کہ خدا تعالیٰ
اڑے وقت میں ان کے کام نہ آئیگا۔ اور توبہ قبول نہ کریگا۔ پھر اور بہت سی جگہوں
میں بار بار فرماتا ہے کہ توبہ کرو توبہ قبول ہوگی چنانچہ فرماتا ہے کہ یا ایھا الذین
امنوا توبوا الی اللہ توبۃً نصوحاً ط عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم
سیّاٰتکم و یدخلکم جنّٰتٍ تجری من تحتھا الانھٰر ط پ ۲۸ ع ۱۹ یعنی اے
لوگو جنکو مجھپر ایمان آگیا ہے میری طرف توبہ کرو اور ایسی توبہ کہ جو خالص ہو
تو قریب ہے کہ میں جو تمہارا رب ہوں۔ تمہاری بدیوں اور گناہوں اور خطاؤں
اور کمزوریوں اور نقصوں کو دور کردوں اور پردہ ڈالدوں اور اس کے بعد تمکو
وہ مدارج عنایت کروں کہ تم دین و دنیا میں بڑے ہو جاؤ۔ اور میرے انعامات
و اکرامات کے مستحق بنجاؤ اور ملکوں کا بادشاہ تمکو بنا دیا جائے۔ پس اسجگہ خدا تعالیٰ
نے اپنے گنہگار بندوں کو دلیری دی ہے اور کہا ہے اگر تمہارے دل ایمان کی
طرف جھک گئے۔ اور تم نے مجھے پہچان لیا ہے تو آؤ توبہ کرو تا کہ تمہارے
گناہ بخشدیئے جائیں اور انعامات آلہیہ کے تم وارث ہو جاؤ اور پھر فرماتا ہے

کہ الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ و یاخذ الصدقات وان اللہ ھو التواب الرحیم ؕ پ۱۱ یعنی کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی تو ہے جو کہ توبہ کو قبول کرتا ہے اپنے بندوں سے اور صدقات لیتا ہے اور یہ کہ تحقیق اللہ تعالےٰ بڑا توبہ قبول کرنیوالا اور رحیم ہے اسجگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اصل میں تو خدا تعالیٰ ہی توبہ قبول کرتا ہے اور کوئی نہیں جو کہ توبہ قبول کرے جسکا یہ مطلب ہے کہ اوّل تو لوگ خدا تعالےٰ جیسے مہربان اور عنایت فرما ہو نہیں سکتے دوسرے جو لوگ مہربانی کرتے ہیں وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں کو کام میں لاتے ہیں اسلیئے اصل توبہ اللہ ہی قبول کرتا ہے پس خدا تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ انسانوں نے توبہ کیا قبول کرنی ہے اصل توبہ تو میں قبول کرتا ہوں کیونکہ میں سب سے زیادہ محبّت کرنیوالا ہوں پھر خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الٰہ الا ھو الیہ المصیر ؕ یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنیوالا ہے اور یہ اسلئے نہیں کہ وہ سزا دے نہیں سکتا بلکہ وہ شدید العقاب ہے۔ ہاں یہ مہربانی اسلیئے ہے کہ وہ ذی الطول یعنی انعام کرنیوالا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اسی کی طرف پھر جانا ہے غرض کہ اب میں ثابت کرچکا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں کل نیک صفات پائی جاتی ہیں اور جو کوئی کسی نیک صفت کو اس سے الگ کرتا ہے گویا کہ وہ اس میں نقص مانتا ہے اور اس طرح ناقص قرار دے کر اُسکے قائم بالذّات ہونیسے بھی منکر ہے اور میں نے بتایا ہے کہ انسانی خلقت میں بھی رحم بھرا ہُوا ہے اور یہ کہ عدل رحم سے نچلے درجہ کی ایک صفت ہے اور خدا تع جو تمام محاسن کا جامع ہے۔ رحم سے کبھی بھی الگ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ بڑا رحیم کریم ہے اور جب کوئی شخص اپنے گناہوں سے سچّے دل سے پچھتائے اور خدا کے

حضور میں توبہ کرے تو چونکہ وہ ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے اسلیے جیساکہ ماں باپ اپنی اولاد کا قصور معاف کرتے ہیں اس سے زیادہ اور بہت زیادہ وہ اپنے بندوں کا قصور معاف کرتا ہے اور میں نے قرآن شریف سے ہر ایک بات کا ثبوت دیا ہے پس اب ہر اک عقلمند سمجھتا ہے کہ جیسے اسلام نے پچھلے گناہوں سے عذاب سے بچنے کا طریق بتایا ہے اور جس قسم کی نجات اسلام نے بیان فرمائی ہے وہ کسی مذہب نے بیان نہیں کی اور چونکہ اسلام کی نجات ہی فطرت انسانی اور مشاہدۂ قدرت سے اور عقل سے ثابت ہوتی ہے اسلیئے سوائے اسکے اور کوئی نجات ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہو کہ با اخلاق انسان تو رحم کے پُتلے ہوتے ہیں مگر وہ خدا جو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان اور سب شفیقوں سے زیادہ شفیق ہے وہ اس صفت سے محروم ہو گویا کہ وہ ایک معشوق ہے کہ جسکا ایک عضو ندارد ہے پس ایسا خدا قائم بالذات خدا ہو سکتا ہے نہیں اور ہرگز نہیں پس یہ تمام نقص جیساکہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں صرف صفات آلہیہ کے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ اسلام تمام زمانہ کی دست بردوں سے پاک ہے اور قرآن شریف ایک ہی محفوظ کتاب ہے اسلیئے اس مسئلہ کو اسی کتاب نے ٹھیک طور پر حل کیا ہے اور ایسا پاک اور نقائص سے مبرّا خدا انسان کے سامنے پیش کیا ہے کہ جس کی شفقت اور رحمت کو دیکھکر مُردہ دل زندگی پاتے اور گمراہ ہدایت حاصل کرتے ہیں پس اصل نجات وہی ہے جو کہ اسلام نے بیان فرمائی ہے؛

ایک اور پہلو سے نظر ڈالنے پر بھی میرے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے اور وہ یہ کہ دنیا میں تین قسم پر ہر ایک چیز منقسم ہوتی ہے۔ ادنیٰ اوسط اور اعلیٰ۔ ادنیٰ پر اوسط بہر حال افضل مانی جائے گی اور اوسط پر اعلیٰ کو فوقیت ہوگی۔ اور اس

روسے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ظلم صفات میں سے ادنیٰ ہے کیونکہ اس کے معنے ہیں ایک چیز کو غیر موقعہ پر رکھنا اور اس طرح پر کسی کی حق تلفی کرنی اور اس سے اوپر پھر عدل کی صفت ہے کہ جس کے معنے ہیں کہ جس کا جتنا حق تھا۔ اس کو اسی قدر دیدینا یعنے اگر کوئی شخص ایک روپیہ کا مستحق ہے تو اسکو بغیر کمی یا زیادتی کے ایک روپیہ ہی حوالہ کر دینا۔ اور اس درجہ سے اوپر پھر ایک اور درجہ ہے جس کا نام ہے رحم جس کے معنے ہیں کہ ایک شخص کو جس قدر اس کا حق تھا۔ اس سے زیادہ دیدیا جائے مگر اس سے کسی اور کی حق تلفی نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص نے ایک مزدور لگایا اور اس نے دو روپیہ کا کام کیا تو دو روپیہ کی بجائے اسے اگر تین دیدیئے تو یہ اسکا رحم ہے ہاں شرط یہ ہے کہ کسی اور کا حق مار کر ایسا نہ کیا گیا ہو کیونکہ اس صورت میں یہ رحم رحم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ خالق و مخلوق کے مدارج بھی ہم دیکھتے ہیں تو تین ہی ہیں ایک تو وہ لوگ جو شریر ہیں اور شیطانی آدمی کہلاتے اور اس کے متبع سمجھے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو کہ نیک ہوتے ہیں اور ایک خود اس کائنات کا وجود میں لانیوالا پس ظلم تو اصل صفت شیطان کی ہے کہ اس کے متبع اس صفت سے متصف ہیں اور عدل اصل صفت نیک لوگوں کی ہے اور رحم اصل صفت خداتعالیٰ کی ہے اور یہی مناسب تقسیم ہے کیونکہ شیطانی کام تو شیطان سے ہی سرزد ہونگے اور چونکہ مخلوق خالق کے برابر نہیں ہوسکتی اسلیئے ضرور ہے کہ اُس کی اصل صفت وہ ہو جو کہ وسط میں ہے یعنی عدل اور خالق کی صفت سب سے اعلیٰ ہو یعنے رحم چنانچہ قرآن شریف سے اسبات کا ثبوت ملتا ہے اور کہیں خداتعالے نے ظلم کا لفظ اپنے لیئے استعمال نہیں کیا۔ بلکہ یہی فرمایا کہ لا یُظلمون فتیلاً یعنی ہماری درگاہ میں فیصلہ کے وقت ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہیں ہوتا اور نیک لوگوں کو رحم

کی ترغیب دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا۔ ان اللہ یامر بالعدل ط یعنے اللہ تعالیٰ تم کو نیک صفات میں سب سے پہلے عدل کی تعلیم دیتا ہے ہاں جب تم کمال حاصل کرلو تو تخلقوا باخلاق اللہ کے ماتحت تم کو پھر رحم کی صفت بھی اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے چنانچہ فرماتا ہے والاحسان وایتاء ذی القربیٰ ط لیکن سارا کا سارا قرآن شریف دیکھ جاؤ ایک جگہ بھی ہم عدل کا لفظ خداتعالےٰ کے لیئے نہ پاؤگے بلکہ یہی پاؤگے اِنَّ اللہ غفورٌ رَّحیم ط جس سے معلوم ہوا کہ خداتعالیٰ کی اصل صفت رحم ہے جس کے ماتحت اگر عدل بھی ہوجاتا ہے ورنہ زیادہ تر وہ رحم سے ہی کام لیتا ہے پس قرآن شریف میرے اس دعوے کی تائید کرتا ہے اور یہ کوئی ایسا دعوی نہیں جو میرا خود ساختہ ہو اور خود فطرت انسانی اسپر مُہر کرتی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ماننا پڑیگا۔ کہ نعوذ باللہ مخلوق و خالق کی تقسیم اس طرح پر ہے کہ اوّل شیطان کہ جو ظلم کرتا ہے اور اسکی ترغیب دیتا ہے دوم خداتعالیٰ کہ جو عدل کرتا ہے اور سب سے اعلیٰ مرتبہ پر انسان ہے کہجو رحم کی صفت سے متصف ہے اور یہ ایک ایسا خیال ہے کہ جس کے ماننے کے لیئے کوئی ذی عقل تیار نہیں جس سے لازمی طور سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے خداتعالیٰ ضرور رحیم کریم ہے اور اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور انکے پچھتانے پر انکے ساتھ سختی کیساتھ پیش نہیں آتا۔ بلکہ نرمی کرتا ہے۔

اور اگر خداتعالیٰ کو نعوذ باللہ رحیم[۱] نہ مانا جائے اور توبہ کو قبول کرنے والا نہ

---

[۱] سبھی خداتعالیٰ کو رحیم تو کہتے ہیں اور آریہ دیالو کرپالو مانتے ہیں مگر چونکہ عملاً اس صفت کے منکر ہیں کیونکہ توبہ کے قبول کرنے اور گناہوں پر چشم پوشی کرنے میں اسے قاصر جانتے ہیں۔ اسلیئے میں نے اس مضمون میں اسجگہ میں لکھا ہے کہ وہ اس کے رحیم ہونے سے منکر ہیں +

مانا جائے۔ تو ایک اور بھی عظیم الشّان اعتراض پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارا خالق نہیں ہے کیونکہ خالق اپنی مخلوق کے خواص سے خوب واقف ہوتا ہے۔ اور فطرت انسانی میں ہم رحم کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا پاتے ہیں پس اب دو صورتوں میں سے ایک صورت ہے یا تو آریوں مسیحیوں کا خدا (نعوذ باللہ) ہمارا خالق نہیں کیونکہ اسکو معلوم نہیں کہ فطرت انسانی میں محبت اور رحم کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے تب ہی تو وہ ہم کو وہ تعلیم دیتا ہے جو ہماری فطرت کے برخلاف ہے اور جب وہ ہماری فطرت کے برخلاف ہے تو اسپر عمل کرنا تکلیف مالایطاق ہے۔ اور اگر وہ ہمارا خالق ہے اور ضرور ہے تو ماننا پڑیگا کہ وہ ضرور رحیم ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ وہ ہماری فطرت میں تو یہ بات رکھدے کہ رحم کو ہم عدل سے زیادہ سمجھیں۔ اور پسند کریں اور خود رحیم نہ ہو کیونکہ اس صورت میں ہمکو (نعوذ باللہ) اس سے کبھی بھی محبّت نہیں پیدا ہو سکتی؛

اب میں خدا کے فضل و کرم سے قوانین فطرت اور نیچر سے ثابت کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ ضرور رحیم ہے اور توبہ کو قبول کرتا ہے کیونکہ محبّت حسین سے ہوتی ہے اور رحم ایک بڑا حسن ہے۔ پس کسی صورت میں خدا تعالیٰ جو اصل معشوق ہے اس حُسن سے خالی نہیں ہو سکتا اور یہ کسی صورت میں بھی ممکن نہیں۔ کہ وہ مہربان خدا جو والدین سے لاانتہا درجہ زیادہ محبّت کرنیوالا ہے جب کہ اُسکے آگے ہم پشیمان ہو کر جائیں اور شرمندگی سے اس کی دہلیز پر اپنی گردن جُھکا دیں تو وہ ہمکو کند چُھری سے ذبح کر دے اور اپنے قہری کمالات سے دور پھینکدے (نعوذ باللہ) اور اگر ایسا ہو تو خدا تعالےٰ اخلاق میں انسان سے بھی ادنیٰ متصوّر ہوگا۔ جو ناممکن ہے اور یہ بھی مینے ثابت کیا ہے تو اس عقیدہ سے پھر خدا تعالیٰ کے خالق ہونے سے بھی جواب دینا پڑتا ہے پس وہی طریق راست

اور درست ہے کہ جو قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ میں آیات کے حوالوں سے ثابت کر آیا ہوں کہ خدا تعالیٰ ضرور رحیم ہے اور گناہوں کو وہ ضرور بخشتا ہے اور اس جیسا توبہ کو قبول کرنیوالا اور کوئی ہے ہی نہیں۔

کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے چنانچہ مسیحیوں کے لیئے تو یہ مثال کافی ہے کہ جب یونسؑ نبی کی قوم پر اس کے کفر کی وجہ سے عذاب آیا تو انکے چیخنے اور چلاّنے پر وہ عذاب ہٹ گیا پھر یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو بخشا اور خدا نے اُسے ملامت نہ کی خود مسیح کہتا ہے کہ

"اور جبکہ تم دعا کے لیئے کھڑے ہوتے ہو۔ اگر تمہیں کسی پر کچھ شکایت ہو تو اُسے معاف کرو تاکہ تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارے قصوروں کو معاف کرے اور اگر تم معاف نہ کروگے۔ تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے۔ تمہارے قصور معاف نہ کریگا۔" مرقس ۱۱/۲۶،۲۵ آریوں کا خدا دیا لو کرپالو ہے۔ اس سے بھی معاملہ فیصل ہوجاتا ہے۔

اُن اعتراضوں کا جواب جو توبہ پر کیئے جاتے ہیں

مسیحی صاحبان اور ان کی دیکھا دیکھی آریہ مہاشہ توبہ کے مسئلہ پر چند اعتراض کرتے ہیں جن کا جواب دینا بھی میں اسجگہ ضروری سمجھتا ہوں اور گو کہ اس سے مضمون لمبا ہو جائیگا۔ مگر اس کے ساتھ مضمون کا ایک حصہ ناقص رہجاتا ہے اسلیئے ضروری ہے۔

پہلا اعتراض توبہ کی قبولیّت پہ

یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے۔ تو گویا ظالم (نعوذ باللہ) ہے۔

مگر ایسا اعتراض کرنیوالے ظلم کی حقیقت کو جانتے ہی نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں اپنے مضمون میں ثابت کر آیا ہوں جب ایک شخص گناہوں سے پچھتا کر اور اپنی غلطی سمجھکر واپس آتا ہے اور خدا تعالےٰ کے حضور سچی توبہ کرتا ہے تو اسوقت اس کی توبہ کا قبول نہ کرنا ایک حد تک ظلم کہلا سکتا ہے۔ مگر اسکی توبہ کو قبول کر لینا اور اس کے گناہوں پر چشم پوشی کرنا کوئی ظلم نہیں بلکہ احسان کہلاتا ہے۔ پس اگر خدا تعالےٰ کسی پر احسان کرے تو اسپر کوئی الزام نہیں آتا بلکہ یہ بات اسکی شان کے شایاں ہے کیونکہ یہ بات ہر اک پر عیاں و مبرہن ہے کہ اگر ایک شخص کسی کو اس کے کسی فعل کے بغیر کچھ روپیہ بطور احسان کے دیدے تو اسکو لوگ ظالم نہیں سمجھتے۔ بلکہ جیسے کہ میں بیان کر چکا ہوں ظلم کے معنے تو یہ ہیں کہ کسی شخص کی حق تلفی کی جائے اور جب تک کسی کی حق تلفی نہ ہو تو وہ عطا ظلم نہیں بلکہ احسان ہوتی ہے مثلاً ہم جو ایک فقیر کو کچھ دیتے ہیں تو ہمارے نوکر کبھی شکایت نہیں کر سکتے کہ تمنے ہمپر ظلم کیا۔ بلکہ اگر ہم انکی تنخواہ سے کچھ رقم کاٹ کر فقیروں کو دیں تو اُسوقت ان کی شکایت بجا ہو گی کہ ہمارا حق کسی اور کو کیوں دیا گیا۔ یا مثلاً ایک آقا کسی مزدور کی کمزور حالت کو دیکھکر ایسے وقت سے پہلے رخصت کر دے۔ تو اسے ظلم نہیں کہتے ہم گورنمنٹ کو ہی دیکھتے ہیں کہ بعض قیدی اسلیئے میعاد سے پہلے چھوڑ دیتی ہے کہ ان کی صحت خطرہ میں تھی۔ مگر کوئی نہیں جو گورنمنٹ کے برخلاف شکایت کرے کہ اس نے سخت ظلم کیا اور ملک میں بدامنی پھیلانیکی کوشش کی ہے کہ اس قیدی کو میعاد سے پہلے ہی چھوڑ دیا ہے کیونکہ سب دیکھتے ہیں کہ اس قیدی کی حالت قابل رحم تھی اور گورنمنٹ نے جو کچھ کیا۔

بالکل مناسب کیا۔پس اگر خدا تعالےٰ بھی کسی مجرم کی حالت قابل رحم دیکھے اور جان لے کہ شرم وحیا کی آگ سے اس کی ہوا و ہوس جل کر خاک ہو گئی ہیں اور ندامت کے مارے اس کے لئے زندگی وبال جان ہے تو اُسے کیوں نہ بخشے اور کیوں اس کے دل میں اطمینان پیدا کر دے اور کیوں نہ کہے کہ لا تثریب علیکم الیوم غرض کہ گناہ کا بخشنا ظلم نہیں ہو تا ظلم وہ ہے کہ جس میں کسی کی حق تلفی ہو اور اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہاں بعض اوقات گناہوں کا نہ بخشنا ظلم ہو جاتا ہے۔

دوسرا اعتراض توبہ کی قبولیت پر

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ کیا خدا تعالےٰ گناہوں کو پسند کرتا ہے کہ توبہ کو قبول کرتا ہے کیونکہ جب انسان کو یقین ہو جائے کہ میں جتنے گناہ بھی کروں اور کتنے قصور بھی مجھ سے سرزد ہو جائیں ایک توبہ سے سب پر پانی پھر جائیگا۔اور میں پھر پاک وصاف ہو جاؤنگا اور کوئی دکھ اور درد مجھکو نہ پہونچیگا اور کسی قسم کی سزا مجھکو نہ ملے گی تو اس صورت میں وہ گناہوں پر دلیر ہو جائیگا اور کہیگا کہ اب تو گناہ کر لو پھر توبہ کر لیں گے اور امن کی کوئی صورت نہ باقی رہے گی اور گناہوں کی کثرت سے دنیا بھر جائے گی مگر یہ اعتراض گو کوتاہ چشموں کی نظروں میں کچھ وقعت رکھے مگر قرآن شریف اور قوانین نیچر کے دیکھنے والے اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔کہ محض بے حقیقت ہے۔

کیونکہ جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں توبہ اصلاح کے لئے ہے نہ کہ فساد پھیلانے کے لئے اگر کوئی شخص توبہ کے مسئلہ کی آڑ میں گناہ پھیلانا چاہتا ہے تو وہ شریر اور فسادی ہے اور چونکہ معاملہ ایک علیم وخبیر ہستی سے ہے

اسلیئے اس کی یہ بات چل نہیں سکتی۔ ایک انسان دوسرے انسان کا ارادہ نہیں جان سکتا۔ گر پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ عدالتوں میں اس بات پر بڑے زور سے بحث ہوتی ہے اور جرح قدح ہوتی ہے کہ مجرم کا ارادہ کیا تھا اور چند قرائن سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مجرم نے جو جرم کیا ہے اس کے سرزد ہوتے وقت اسکا ارادہ فساد کا تھا یا صلح کا اور دوسری بات یہ دیکھی جاتی ہے کہ آیا جس وقت مجرم نے یہ جرم کیا اسوقت وہ کسی اشتعال یا جوش میں تھا یا ٹھنڈے دل سے اور سوچ بچار کر اس سے وہ فعل شنیعہ سرزد ہوا تھا۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اُسنے وہ کام نیک نیتی سے یا کسی خاص جوش یا غیرت یا غضب کے ماتحت کیا ہے۔ تو اُس کے جرم کو یا تو معاف کیا جاتا ہے۔ یا سزا میں بہت تخفیف کی جاتی ہے اور باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ جج کے پاس کوئی بدیہی ثبوت اسبات کا نہیں ہوتا۔ کہ واقعی یہ فعل کس ارادہ سے ہوا تھا گر جس ہستی کے ساتھ توبہ کا معاملہ درپیش ہے اسلامی عقاید کی رُو سے وہ علیم و خبیر اور جبار (مصلح) ہے اور اسلام کا خدا نہیں بلکہ حقیقی خدا ذرہ ذرہ سی بات کو جانتا ہے اور کوئی چیز نہیں خواہ وہ مادی ہو یا غیر مادی جو اس کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو پھر اس سے کسی کا ارادہ کس طرح مخفی ہو سکتا ہے اور وہ بغیر ارادہ کا لحاظ کرنیکے کس طرح کسی مجرم کو سزا دے سکتا یا چھوڑ سکتا ہے۔ حالانکہ وہ رحم کرتا ہے۔ اور ظالم نہیں اور فسادنہیں بلکہ اصلاح چاہتا ہے چنانچہ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے کہ لکن یرید لیطھر کم یعنے اللہ تعالےٰ ارادہ کرتا ہے کہ تم کو پاک کرے۔ پس ایسا شخص تو گند پھیلاتا ہے اور توبہ کے بہانہ سے دنیا میں فساد چاہتا ہے۔ پس وہ کب اس قابل ہو سکتا ہے کہ اس گندہ ارادہ کیساتھ توبہ کے دروازہ میں داخل کیا جائے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ تو ایسے خبیث لوگوں کے لیئے فرماتا ہے۔ کہ اُدعُوا دَیْلَکُمْ

تضرعاً وخفیۃً ط انہٗ لا یحب المعتدین ط ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا وادعوہ خوفاً وطمعاً ط ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین ط یعنے خبردار خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے میں شوخی اور شرارت سے کام نہ لو۔ بلکہ جب اُسے پکارو تو بڑی عاجزی اور تضرع سے پکارو اور علاوہ اسکے لوگوں سے بالکل الگ ہو کر بھی اُسے یاد کرتے رہا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتا ہے اور یاد رکھو کہ وہ احکام جو بغرض اصلاح اترے ان کے نزول کے بعد فساد پھیلانے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو خوف وطمع سے یاد کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنین سے قریب ہے پس اس جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو احکام اصلاح کے لیئے اترے ہیں اگر تم باوجود ان کے اترنے کے قریبوں کے ساتھ شرارت اور فساد کی راہ تلاش کرو گے تو تمہارا انجام نیک نہ ہوگا۔

پس جو شخص اس ارادہ سے گناہ کرتا ہے کہ توبہ کی آڑ میں سزا سے محفوظ رہونگا۔ وہ سخت دھوکے میں ہے اور سخت ٹھوکر کھائیگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ دھوکہ نہیں کھاتا۔ اور ایسا دھوکہ دینے والا انسان تو مومن ہی نہیں کیونکہ اسکو صفات الٰہیہ پر ایمان ہی نہیں کہ وہ یہ سمجھ سکے کہ خدا تعالیٰ ان سب کمزوریوں سے پاک ہے پس اس قسم کے ارادہ والا انسان تو بجائے اس کے کہ توبہ سے کچھ فائدہ اٹھائے توبہ سے پہلے ہی ہلاک کیا جائے گا اور عذاب الٰہی اسپر نازل ہوگا۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کو ایسا شخص سمجھتا ہے کہ وہ دھوکے میں آجاتا ہے اور اس وجہ سے اُسے دھوکہ دینا چاہتا بھی ہے۔ دوسرے توبہ تو اُسے کہتے ہیں کہ ایک شخص یک لخت اپنی غلطی پر آگاہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف آئے۔ اور اسکا دل غم کے مارے پگھل جائے اور وہ رنج و الم کے پہاڑوں کے

نیچے دب جائے مگر اس ارادہ سے گناہ کرنیوالا انسان کہ میں ایک مدت تک گناہ کرکے پھر چھوڑ دونگا تو پہلے سے ہی ایک سکیم تیار کرچکا تھا اس کی جھوٹی توبہ توبہ کہلا ہی کب سکتی ہے اور ایسے شخص کا دل تو ایسا ہوگا کہ اُسے توبہ کا موقعہ ہی نہ ملیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین ؕ (مائدہ)، ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب (مومن)، واللہ لا یھدی القوم الظالمین ؕ (بقرہ)، پس پھر کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اسلام نے توبہ کا دروازہ کھول کر گویا گناہوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔

دوسرا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ مخالف کا اعتراض مان کر بھی توبہ گناہوں کی محرک تب ہوسکتی تھی کہ اگر انسان کو اس کی موت کا وقت بتا دیا جاتا۔ کہ فلاں شخص فلاں وقت مریگا اور فلاں فلاں وقت مریگا۔ کیونکہ اس صورت میں ہوسکتا تھا۔ کہ بعض لوگ کہتے کہ مرنے سے پہلے توبہ کرلینگے لیکن خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے انّ اللہ عندہٗ علم الساعۃ ۚ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام ؕ وما تدری نفسٌ ماذا تکسب غداً ؕ وما تدری نفسٌ بایّ ارض تموت ؕ انّ اللہ علیمٌ خبیرٌ ؕ (سورۃ لقمان رکوع ۴) یعنی اللہ ہی جانتا ہے کسی کی مقررہ گھڑی کب آئیگی۔ اور وہی بارش نازل کرتا اور رحموں میں جو کچھ کہ ہے اُسے جانتا ہے اور نہ کوئی جانتا ہے کہ اُس نے کل کیا کچھ کمانا ہے اور نہ کوئی یہ جانتا ہو کہ اسکو کس مقام پر موت آنی ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو بڑا جاننے والا اور خبردار ہے۔ پس اس آیت میں خدا تعالیٰ زمانہ اور مکاں دونوں کی نفی فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ نہ تو انسان یہ جانتا ہے کہ وہ کب مریگا کیوں کہ اس صورت میں وہ موت سے پہلے توبہ کرسکتا ہے اور نہ وہ یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں مریگا۔

کیونکہ اس صورت میں شریر آدمی اُس مقام پر جاتے ہی نہ اور اگر جانا پڑتا تو وہاں رہنے کے زمانہ میں توبہ کرتے تب بیشک فساد کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ مگر انسان کو نہ اپنے مرنیکے ایام معلوم نہ مقام معلوم اور علاوہ اس کے فرماتا ہے کہ وہ یہ بھی تو نہیں جانتا ہے کہ کل اس کے حالات کیسے ہوں گے آیا توبہ کی توفیق ملیگی یا نہیں کیونکہ وہ ناواقف ہے کہ کل اس نے کیا کمانا ہے۔ پس اس آیت نے اس اعتراض کا کامل جواب دیدیا ہے کیونکہ ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ بڑھے ہی نہیں بچّہ بھی اور جوان بھی اور ادھیڑ بھی مرتے رہتے ہیں اور بیماریاں انسان پر ایسی اچانک آتی ہیں کہ ایک منٹ میں جان کا خاتمہ کر دیتی ہیں بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ انسان سوتے سوتے مر گیا۔ بعض دفعہ محفل دوستاں میں قہقہہ لگاتے لگاتے جان نکل گئی بیٹھے سے کھڑے ہوئے اور گر کر مر گئے کام کرتے ہوئے دل کو ایسا صدمہ پہنچا کہ دفعتًا نصف ہی رہگیا اور مرغ روح قالب عنصری سے پرواز کر گیا۔ سیڑھیاں چڑھنے لگے کہ ایک پیر اوپر رکھا اور ایک نیچے کہ جان نکل گئی دیوالہ نکل گیا اور ساتھ ہی پیغام اجل بھی آگیا ایک دست آیا اور ختم نکسیر پھوٹی اور سر دھو گئے ہیضہ ہوا اور جلدی کر طاعون آئی اور گھر کا گھر برباد کر گئی۔ غرض ایک نہیں لاکھوں نظیریں ہر سال اس قسم کی پائی جاتی ہیں وبائیں اندرونی اور بیرونی بیماریاں رنج و غم دشمنوں کے حملے لڑائیاں فساد بغاوتیں زلزلہ طوفان بجلیاں ہزاروں چیزیں ہیں کہ انسان کی جان کے درپے ہیں اس سے بچے تو اس میں جا پڑے اس سے نجات پائی تو تیسری درپیش ہے غرض کہ اس صورت میں ممکن ہی نہیں کہ انسان کہے کہ اب تو گناہ کر لو پھر توبہ کر لیں گے ممکن ہے کہ اس ارادہ کے دل میں آتے ہی جان نکلجائے۔ پس چونکہ موت کا نہ زمانہ نہ مکان نشان

کو بنایا گیا ہے اسلیئے توبہ پر یہ اعتراض نہیں آسکتا کہ اس طرح گناہوں پر دلیری ہو گی اور یہ اعتراض تو خود مسیحی صاحبان پر بھی پڑتا ہے کیونکہ جب کفارہ پر ایمان لانے سے انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے اگر توبہ گناہوں کی محرک ہو سکتی ہے تو کفارہ بدرجہ اولیٰ بدیوں کی ترغیب دلانیوالا ہے ؛

توبہ کے مسئلہ پر اس قسم کے اعتراض کرنیوالوں کی عقلوں پر تو مجھکو سخت تعجب آتا ہے کیونکہ توبہ جن لوگوں کے لیئے ہے انکا ذکر تو خود قرآن شریف نے کر دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ واللّٰذین اذا فعلوا فاحشۃً او ظلموا انفسہم ذکروا اللّٰہ فاستغفروا لذنوبہم ومن یغفر الذنوب الا اللّٰہ ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وہم یعلمون ؁ اولٰئک جزاؤہم مغفرۃ من ربہم وجنٰت تجری من تحتہا الانہٰر خالدین فیہا ونعم اجر العالمین ؁ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ انہیں لوگوں کے لیئے ہے جو شرارت سے فساد پھیلانا نہیں چاہتے۔ بلکہ غلطیوں یا غفلت کیوجہ سے گناہوں میں پھنسے ہوتے ہیں اور پھر اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے پھر قرآن شریف میں ایک دوسری جگہ پر ہے واذا جاءک الذین یؤمنون باٰیٰتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم من سوء بجہالۃ ثم تاب من بعدہ فاصلح فانہ غفور رحیم ؁ اس آیت سے علاوہ اسکے کہ خدا تعالیٰ کی رحیمیت ثابت ہوتی ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ توبہ انہی لوگوں کے لیئے ہے۔ جو مذہب ملک رسم وعادت نامناسب تعلیم ضد اور غفلت اور صحبت کی جہالتوں کیوجہ سے گناہ کرتے ہیں نہ کہ انکے لیئے جو شرعی احکام میں حیلہ جوئی کرتے۔ اور اس طرح فساد کا راستہ تلاش کرتے ہیں پس توبہ کے مسئلہ پر کسی صورت

درخواست کیوقت رسالہ ہذا کا حوالہ ضرور دیجئے

قابل قدر علمی فیاضی

پروپرائٹر صاحب افضل المطابع نے اپنے بچے کی بسم اللہ خوانی کی خوشی میں ۳۱۔ اگست ۱۹۱۰ء تک حسب ذیل کتب اصلی قیمت سے نصف پر دینا منظور کیا ہو اور چونکہ اسٹاک تھوڑا ہو اسلیئے اس اصلی قیمت سے جو ہر کتاب کے سامنے درج ہے۔ آدھے داموں پر آپ جلد کتب ذیل طلب فرما لیجئے۔ ورنہ بعد میں کف افسوس ملنا ہوگا؛

پیارے نبی کے پیارے حالات:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مختصری ضرورت زمانہ کو مد نظر رکھکر عجیب طرز سے لکھی گئی مخالفین اسلام کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات حالات زندگی کیساتھ ساتھ دیئے گئے ہیں قابل دید ہی حجم ۸۸ قیمت ۸ سیاحت حبیب:۔ یہ نہ صرف ہز میجسٹی امیر حبیب اللہ خان صاحب کا مکمل و مفصل سفرنامہ ہی بلکہ افغانستان کے متعلق ہر قسم کے تاریخی حالات نہایت وضاحت سے لکھے گئے ہیں حجم ۲۳۲ صفحہ قیمت عمر جامع التواریخ:۔ اسمیں قوم پٹھان کی مکمل تحقیقات افغانوں کا مسلسل نسب نامہ ابتدا سے آجتک بکمال تحقیقات کے لکھا گیا ہے۔ اسکے ضمن میں فرمانروان ایران افغانستان بادشاہ ہندوستان حکمران سلطنت مغلیہ اسلامی شاہان دکن و عمارات دکن و حالات ریاستہائے رامپور ٹونک جاورہ کوروائی محمد گڑھ بھوپال وغیرہ مشرح درج ہیں حجم ہر دو حصہ ۳۴۶ صفحہ قیمت ؎ خالد بن ولید:۔ مسلمانوں کے مشہور سپہ سالار کی شجاعت کے شہرہ آفاق کارنامے قابل دید قیمت ۸ جنگ روم و یونان ۱۸۹۷ء:۔ حجم ۴۰۰ صفحہ قیمت عہ جنگ روس و جاپان دو حصہ حجم ۴۰۰ صفحہ قیمت عہ اسلام و عیسائیت کا تمدن:۔ مصر کے نامور مفتی محمد عبدہ مرحوم کا اسلام و عیسائیت کے تمدن پر قابل قدر مباحثہ حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۱۲ مذہبی جنگیں:۔ جسمیں توحید باری کو ثابت کرکے مسائل تثلیث و انبیت مسیح و قدامت ارواح و اجسام کا ابطال کیا گیا ہے قیمت ۲ بشارت احمدیہ:۔ یعنی حضور کریم صلعم کی آمد کی وہ کام خوشخبریاں جو توریت زبور اور انجیل وغیرہ مجموعہ عہد عتیق میں درج ہیں قیمت ۸ تقریر دلپذیر:۔ پنج ارکان اسلام پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی فلسفیانہ بحث قیمت ۸ تصوف و فلسفہ:۔ فلسفہ جدید کے تمام کی تردید نکات و رموز کا خزانہ قیمت ۸ خمخانہ جاوید:۔ قدیم مشائخ کے ملفوظات اور موجودہ علماء یورپ و امریکہ کے اقوال سے تصوف کا ثبوت قیمت ۸ تیغ صابریہ برعقاید آریہ:۔ جسمیں وید کے کلام الٰہی ہونے پر جو ویدوں سے استدلال کیا گیا ہی حجم ۱۱۶ صفحہ قیمت ۱۲ اسلامی صداقت و ویدی بطالت:۔ وید کی مکمل اور ناقص تعلیم کا مقابلہ قرآن کریم کی پاک تعلیم سے قیمت ۲ آہنک سیکنگ دہرمپال کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں منشی نند کشور کی لاجواب تحریر تائید اسلام حجم ۸ صفحہ قیمت ۲ دید مقدس پر ایک غائر نظر:۔ جس میں وید کے غیر کلام الٰہی اور محرف ہونے پر قطعی دلائل پیش کئے گئے ہیں قیمت ۸ اسلام کی صداقت کا فوٹو:۔ جسمیں لالہ دینا ناتھ کے مختلف بیانات سے آریہ سماجکو پولٹیکل باڈی ثابت کیا گیا ہی قیمت ۸ قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونیکا ثبوت ۸ قرآن کی قیمت ۸ وید کی حقیقت ۸ نماز اور اسکی حقیقت ۸

رجسٹرڈ کھیلی ۵۶

کلکتے کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی مجرب دوائیں جو ۲۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں

کھانسی کی دوا

یہ دوا چاہے کیسی کھانسی و کف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے اس میں یہ فوائد ہیں (۱) سردی کو بچانا (۲) کھانسی کو دبانا۔ (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھا کھانسی کو روکنا قیمت بڑی شیشی بتیس خوراک ایک روپیہ (عہ) پکنگ و محصولڈاک ۸ چھوٹی شیشی سولہ خوراک آٹھ آنہ (۸) پکنگ و محصولڈاک (۵)

اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی رائے مہاراجہ دل گنجن سنگھ

دیو بہادر فیوڈ بڑی چیف ہیڈ اسسٹنٹ بولانگیر ضلع سمبھل پور سے لکھتے ہیں جناب من آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلیے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل دفع ہو گئی مجھے صرف خوراک سے زیادہ پینے کی درکار نہ ہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دیتے رہی تھی اسواسطے دربارہ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

درد سر و ریاح کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے درد ریاح جیسے جیسی چمک ٹیک رگوں پر بس کنگنی کی جو کہیں چیٹہلاتے ہو تو اس دوا سے بآرام ہو جاوے گے چاہے جسم کے کسی حصہ میں ایسا درد ہو اس سے مٹ جائیگا درد سر کیواسطے بھی اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہے نصف سر میں ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے صرف یہ بھی نہیں اگر سر کٹا جاتا ہو اڑا جاتا ہو۔ اس دوا سے فوراً بند ہو جاتا ہے ان دنوں لوگ ذرا ذرا باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام میں یا محنت کی باتوں میں فکر و تردد میں عیش و عشرت میں دنکو رات اور راتکو دن بنایا کرتے ہیں کل شکایت سر پر آجاتی اور ہائے درد سر پکارا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کیلئے ہے دوا کے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے سا سلیئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہے قیمت ۱۲ ٹکیونکی ایک شیشی ۶ محصولڈاک ایک سے چہ شیشی تک

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ